Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

وقت اور عقودِ مالیہ کا تعارف؛ متصل اصطلاحات

INTRODUCTION TO TIME AND FINANCIAL CONTRACTS; CONNECTED TERMS

1. محمد اخلاق، پی ایچ ڈی سکالر

2. ڈاکٹر حافظ عثمان احمد

ABSTRACT

Introduction to Time and Financial Contracts Connected Terms The result of human success is found in two ways, one is the guidance of God which is the most precious of the great blessings and the other is the correct and timely use of time. The phenomena of the universe are also moving under the same principle, and their orbits are associated with specific sequences and times, in which randomness can be a precursor to major accidents, such as moving the solar system (celestial bodies) and the sky. Celestial objects are a special calculation and time travel. Plants that grow from the ground have a particular season and time, crops are planted at a particular time, the same crops if planted over time. However, the desired results cannot be achieved. Islamic acts of worship, the rituals of Hajj, where the procedure is prescribed in the Shari'ah, there are also fixed times, the violation of which reduces the reward, but also the time in the rituals of Hajj. The first thing to do after the birth of a child is to make the call to prayer and iqamah in his ear, which is done on time. Time is also set in the day, then time and age are involved in the development of the child and in the choice of food. Timely treatment of the disease is human life. This is a special time for prayers on the occasion of visitation and care. The time for praying at the sight of the new moon is sometimes very short. The time for praying at the time of marriage Expression of regret and condolence is a special feature of prayers, as if all these matters contain the importance and delicacy of time.

وقت اور عقودِ مالیہ کا تعارف؛ متصل اصطلاحات

انسانی کامیابی کا نتیجہ دو صورتوں میں ہی بر آمد ہوتا ہے، ایک ہدایت خداوندی جو بڑی نعمتوں میں سے قیمتی ترین نعمت ہے اور دوسرا وقت کا صحیح اور بروقت استعمال۔ مظاہر کائنات بھی اسی اصول کے تحت رواں دواں ہیں، اور ان کا دارومدار خاص ترتیب اور اوقات کے ساتھ وابستہ ہے، جس میں بے ترتیبی بڑے حادثات کا پیش خیمہ بن سکتی ہے، نظام شمسی (اجرام فلکی) اور آسمان میں حرکت کرنے والی دیگر اشیا (celestial objects) ایک خاص حساب کتاب اور اوقات کی بندش سے محو سفر ہیں۔ زمین سے اگنے والی نباتات کا خاص موسم اور وقت ہے، فصلوں کو خاص وقت میں کاشت کیا جاتا ہے، یہی فصلیں اگر وقت گزرنے کے بعد کاشت کی جائے تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

اسلامی عبادات، مناسک حج کا جہاں طریقہ کار شریعت میں وضع کیا گیا ہے وہیں ان کے اوقات بھی متعین ہیں، جن کی خلاف ورزی سے ثواب میں کمی آتی ہے بلکہ مناسک حج میں وقت کو ملحوظ نہ رکھنے سے حج کے ثواب سے محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد سب سے پہلا کام اس کے کان میں اذان اور اقامت کا ہے جو وقت پر انجام دیا جاتا ہے، اسی طرح نام رکھنے اور عقیقہ کرنے کا مسنون وقت بھی ساتویں دن متعین کر دیا گیا، بعد ازاں بچے کی نشوونما کے لیے اور خوراک کے انتخاب میں وقت اور عمر کا بڑا دخل ہے۔

بیماری کا بروقت علاج انسانی زندگی کو محفوظ بنا سکتا ہے، اسی طرح عیادت و تیمارداری کے موقع پر دعائیہ کلمات کا خاص وقت ہے، نئے چاند کو دیکھ کر دعا کرنے کا وقت بسا اوقات انتہائی مختصر ہوتا ہے، نکاح کے موقع پر مسنون دعاؤں کا وقت، ولیمے کی دعا کا وقت، اظہار تأسف اور تعزیت کی دعاؤں کا ایک خاص وقت ہے، گویا یہ تمام معاملات اپنے اندر وقت کی اہمیت اور نزاکت کو سموئے ہوئے ہیں۔

لغات میں وقت کی تعریف:

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

اَلْوَقْتُ: کسی کام کے لیے مقررہ زمانہ کی آخری حد کو کہتے ہیں، اس لیے یہ لفظ معین عرصہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے وَقَّتُّ کَذَا: میں نے اس کے لیے اتنا عرصہ مقرر کیا، اور ہر وہ چیز جس کے لیے عرصہ متعین کر دیا جائے موقوت کہلاتی ہے۔ ﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾[1]۔ "بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے"۔ ﴿ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴾.[2] "اور جب پیغمبر اکٹھے کیے جائیں گے"۔ اَلْمِيْقَاتُ: کسی شے کے مقررہ وقت یا اس وعدہ کے ہیں جس کے لیے کوئی وقت متعین کیا گیا ہے، قرآن پاک میں ہے: ﴿ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴾[3]۔ "بے شک فیصلے کا دن مقرر ہے"۔ ﴿ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مِیْقَاتُھُمْ ﴾[4]"کچھ شک نہیں فیصلے کہ فیصلے کا دن اٹھنے کا وقت ہے"۔ ﴿ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾[5]۔سب ایک روز مقرر کے وقت پر جمع کیے جائیں گے۔اور کبھی مِیْقَاتٌ کا لفظ کسی کام کے لیے مقرر کردہ مقام پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے مَوَاقِیْتُ الْحَجِّ یعنی مواضع (جو احرام باندھنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں)۔[6]

امام ابو منصور محمد بن احمد لکھتے ہیں:

"فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَام جَعَلَ الله جلَّ وعزَّ الأهِلَّةَ مَوَاقِيت لما يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ من معرفَة أوقاتِ الْحَج والصَّوم، ومَحِلِّ الدُّيُون".[7]

"جب اسلام آیا تو اللہ تعالی نے لوگوں کی احتیاج کے لیے مواقیت مقرر کیے، تاکہ انہیں اوقات حج، رمضان اور قرضوں کی ادائیگی کے لیے آسانی ہو سکے"۔

مولانا وحید الزمان قاسمی لکھتے ہیں:

وقت: وَقْت ج: اَوْقَات، زَمَن ج: اَزْمِنَۃْ، حِیْنَ ج: اَحْیَانَ، آن وَاَوَان ج: آوِنَۃ، فُرْصَۃ ج: فُرَص، مِیْعَاد ج: مَوَاعِیْدُ۔ وقت آنا:حان الوقت والموعد، ازف الوقت وآن۔ وقت بچانا:اِقْتَصَد فِی الْوَقْتِ۔وقت گذرنا:فَاتَ الْاوَانُ، اِنْقَضٰی وَمَضٰی۔وقت لگنا:اِسْتَغْرَقَ الْعَمَلُ وَقْتًا فِی شَئ (کَمْ دَقِیْقَۃً تَسْتَغْرِقُ فِی کِتَابَتِہٖ)۔وقت مقرر کرنا:عَیَّنَ وَحَدَّدَ وَقْتًا۔وقت مقرر ہونا:تَعَیَّنَ وَتَحَدَّدَ۔وقت پر فِی الْمِیْعَاد۔وقت نکل جانا:فَاتَہ الْمِیْعَادُ۔وقت ضرورت وَقْتَ الْحَاجَۃِ، عِنْدَ اْلاِقْتِضَا، عِنْدَ الطَّلَب۔وقت طے کرنا:الاِتِّفَاقُ عَلَی الْمَوَاعِیْد۔ وقت معین کرنا:الاِتِّفَاقُ عَلٰی مَوْعِدٍ۔وقتی اخراجات: مَصَارِیْفُ عَارِضَۃ۔[8]

ابن منظور افریقی 'لسان العرب' میں وقت سے متعلق رقمطراز ہیں:

"وقوله عزوجل: ﴿وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾قِيلَ: مَعْنَاهُ حافِظُوا، وَقِيلَ: واظِبُوا عَلَى مَواقِيت الصَّلَاةِ".[9]

"اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو، اس سے مراد نمازوں کے اوقات کی محافظت ہے"۔

مصباح اللغات کے مطابق:

اَلْوَقْتُ:زمانہ کی مقدار ج:اَوْقَات، مَوْقُوْتٌ وَمُوَقَّتٌ:مقرر کردہ وقت۔الْمِیْقَات:وقت، وعدہ جس کے لیے وقت مقرر کیا گیا ہو، اور کبھی اس مقام کے لیے بھی استعارہ کیا جاتا ہے جس میں اجتماع کے لیے وقت مقرر کیا گیا ہو، ج:مَوَاقِیْت۔[10]

موسوعۃ فقہیہ کے مطابق وقت کی تعریف:

"زمانہ کی وہ مقدار ہے جو کسی بھی کام کے لیے مقرر کی گئی ہو یا عمل کے لیے مقرر کردہ زمانہ کا پورا ہو جانا ہے اور ہر وہ چیز جس کے لیے تم نے کوئی زمانہ مقرر کیا تو (گویا) اس کے لیے وقت مقرر کیا، اسی طرح وہ بھی ہے جس کے لیے تم نے کوئی حد مقرر کی ہو"۔[11]

باعتبار دن وقت کی تعریف:

"والنَّهَارُ: ضِيَاءُ ما بَيْنَ طُلُوعِ الفَجْرِ إلى وَقْتِ غُرُوبِ الشَّمسِ".[12]

"اور دن سے مراد ایسی روشنی ہے جو طلوع فجر سے لے کر سورج غروب وقت تک رہتی ہے"۔

زندگی جو کہ مرور زمانہ سے مشتق ہے، مگر زمانہ اصل میں وقت کے ساتھ ہی اپنے مختلف مدارج طے کر رہا ہے، چنانچہ وقت ہی انسان کی حقیقی عمر اور زندگی ہے، امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابْنَ آدَمَ إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ وَكُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ".[13]

"اے آدم کے بیٹے! تم ایام کا مجموعہ ہو، جیسے ہی کسی ایک دن کا اختتام ہو تو تمہارے وجود کا ایک حصہ بھی ختم ہو گیا"۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’وَقْتُ الْإِنْسَانِ هُوَ عُمُرُهُ فِي الْحَقِيقَةِ‘‘۔[14]

’’حقیقت میں وقت ہی انسان کی اصل عمر ہے‘‘۔

شاعر امام ابن ھبیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’وَالوَقْتُ أَنْفَسُ مَا عُنِيْتُ بِحِفْظِهِ ... وَأَرَاهُ أَسْهَلُ مَا عَلَيْكَ يَضِيعُ‘‘۔[15]

’’سب سے عمدہ اور بہترین چیز جس کی تجھ سے محافظت کی توقع کی جاتی ہے وقت ہے؛ مگر میں سمجھتا ہوں کہ تم اسے آسانی سے ضائع کرنے والی چیز بنا دو گے‘‘۔

اسی طرح وقت کو ساعت بھی کہا جاتا ہے، جس کا اہل عرب کے ہاں کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد بھی وقت کی گھڑی ہی مراد لی جاتی ہے، اگرچہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ قرآن کریم میں ساعت کا لفظ مختلف مقامات پر موجود ہے:

لغت میں ساعت کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے:

’’يقال: عامله مساوعة‘‘۔[16]

’’کہا جاتا ہے: میں نے اس سے گھنٹہ کے اعتبار سے معاملہ کیا‘‘۔

ساعت رات و دن کے چوبیس حصوں کا ایک حصہ بھی ہے، اس لیے کہ دونوں کا زمانہ چوبیس گھنٹہ (ساعت) ہے، ساعت کے اصطلاحی معنی لغوی معنی سے الگ نہیں ہے، وقت و ساعۃ کے درمیان نسبت یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک زمانہ کی ایک مقدار ہیں، اسی طرح لغت میں دہر کا اطلاق ابد پر کیا جاتا ہے، ایک قول ہے کہ وہ زمانہ ہے کم ہو یا زیادہ، ازہری نے کہا: عربوں کے نزدیک دہر کا اطلاق زمانہ پر سال کے موسموں میں سے کسی موسم پر اور اس سے کم پر ہوتا ہے اور دنیا کی پوری مدت پر بھی واقع ہوتا ہے۔ اس لفظ کا اصطلاحی معنی بھی اس کے لغوی معنی سے الگ نہیں ہے، اور وقت و دہر کے درمیان نسبت یہ ہے کہ وقت دہر کا ایک جزء ہے‘‘۔[17]

وقت اپنے اندر بے پناہ طاقت اور قیمتی سرمایہ رکھتا ہے۔ امریکی سیاستدان اور سائنسدان بنجامن فرینکلن (Benjamin Franklin) لکھتے ہیں: ’’Time is money‘‘ ’’وقت قیمتی متاع ہے‘‘۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ وقت اور انضباط کی پابندی کرنے والے لوگ ہی حقیقی معنوں میں آزاد اور خود مختار ہوتے ہیں۔ وقت کا لحاظ نہ رکھنے والے لوگ موڈ، اشتہا اور جذبات کے غلام ہوتے ہیں۔ جن لوگوں میں پابندی وقت کا فقدان ہوتا ہے وہ غیر ضروری خواہشات کو دبانے اور کام کے وقت لذت و فرحت کو قربان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ لمبی لمبی میٹنگوں میں محض اس لیے وقت ضائع کرتے رہنے کے عادی ہوتے ہیں کہ امور کیسے سرانجام دیئے جائیں، عام طور پر ایسے لوگ جو اپنا وقت معذرتیں کرنے میں گزارتے ہیں دراصل وقت کے صحیح استعمال سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

عقود مالیہ کا تعارف و متصل اصطلاحات:

عقود مالیہ کا تعلق روپے پیسے اور مال و منال سے ہے اور مال انسان کی بنیادی ضرورت ہے، بعض مفسرین نے اسے بقائے انسانی اور بعض نے اسے بقائے جان قرار دیا ہے، ’’المال مناط لبقاء النفس و الأولاد لبقاء النوع‘‘[18]۔ ’’مال انسانی جان کی بقا جبکہ اولاد نوعِ انسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے‘‘۔

فتاوی اللجنۃ الدائمۃ کے مطابق: ’’المال مناط بقاء الناس‘‘[19]۔ ’’مال انسانی بقا کے لیے ضروری ہے‘‘۔

مال کی اہمیت کے تناظر میں اسلام نے عقود کی پاسداری کو انتہائی اہمیت دی ہے، جس سے نہ صرف مال کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ انسانوں کے باہمی معاملات بھی خوش اسلوبی سے طے پا جاتے ہیں۔ عام حالات میں ایسی چیزیں جو جائز منفعت کا سبب بنیں، مال کہلاتی ہیں۔ علامہ ابن عابدین کے الفاظ ہیں:

’’وَالْمَالِ مَا يَمِيلُ إِلَيْهِ الطَّبْعُ وَيُمْكِنُ ادِّخَارُهُ لِوَقْتِ الْحَاجَةِ‘‘۔[20]

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

"مال میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کی طرف انسان فطری طور پر میلان رکھتا ہو اور جن کو ضرورت کے وقت کے لیے ذخیرہ کر کے رکھا جا سکے"۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"مال کے مال ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بازار میں اس کی کوئی نہ کوئی قیمت ہو، جس قیمت میں وہ فروخت ہو جاتا ہو یا اس کو خریدا جا سکتا ہو، چاہے وہ قیمت کتنی ہی کم ہو، لیکن اگر کوئی شخص اس کو ضائع کر دے تو اس پر اس کا تاوان ڈالا جائے، آج کل ماہرین معاشیات زر کی جو تعریف کرتے ہیں اس میں اس کے store of value ہونے کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ اس میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہو کہ اس کی مالیت کو ضرورت کے وقت تک کے لیے محفوظ رکھا جا سکتا ہو، یہ تصور فقہائے اسلام کے یہاں موجود ہے"۔[21]

محمد ایوب اپنی کتاب "اسلامی مالیات" میں رقمطراز ہیں:

"شریعت کے احکامات نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے ہیں، قرآن و سنت میں متعدد مقامات پر شریعت کے مقاصد اجاگر کیے گئے ہیں، کوئی بھی عقد جو ان مقاصد کے خلاف جاتا ہو ناجائز ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ تمام سودوں میں بنی نوع انسانی کے حقوق کا احترام کرنا ضروری ہے، شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ایک مفہوم یہ ہے کہ عام انسانوں کے مفاد کا خیال رکھا جائے، جدید قانونی اصطلاح میں انہیں حقوق عامہ یا پبلک رائٹس (public rights) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کوئی بھی عقد عام لوگوں کے مفاد کے خلاف نہیں ہونا چاہیے"۔[22]

دین اسلام میں عہد و معاہدہ اور عقود کی بڑی اہمیت ہے اور انہیں ہر ممکن طریقے سے پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے، قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾[23]

"اے ایمان والو! معاہدے پورے کیا کرو"۔

﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰي يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ﴾[24]

"اور عقد نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے"۔

﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ﴾[25]

"اور جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہو تو ان کو بھی ان کا حصہ دو"۔

القاموس الوحید کے مطابق 'عقود' کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

العَقْدُ: عمارت کی ڈاٹ، محراب، (۲) عہد (۳) بیع، شادی یا کسی کام کا معاہدہ جس میں طرفین معاہدے کی شرائط کے پابند ہوتے ہیں (۴) ایسا معاہدہ جس کی رو سے کوئی شخص مقررہ اجرت پر کسی شخص کی خدمت کا پابند ہو (۵) اعداد کی دہائی جیسے دس، بیس، تیس الخ۔ ج: عُقُوْدٌ۔ صِيَغُ الْعُقُوْدُ: معاہدات کی مخصوص عبارتیں اور الفاظ جیسے شادی و بیع وغیرہ میں کہا جائے زَوَّجْتُكَ وَبِعْتُكَ كَذَا ۔العُقْدَةُ: گرہ، گتھی، ناقابل حل مسئلہ (۲) پودے کی ساق پر پتا نمودار ہونے کی جگہ (۳) علم نفسیات میں کسی دباؤ کے تحت پیدا ہونے والی کیفیت جو مستقل ذہنی گرہ بن جاتی ہے (۴) علم جغرافیہ میں سمندری مسافت کی ایک مقدار جس کی لمبائی ۱۹۵۲ میٹر ہوتی ہے (۵) کسی چیز کی روک، سہارا، مضبوطی کا ذریعہ (۶) جماعت، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: هَذَا جَزَاءُ مِنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ۔ (۷) شہر کی حکومت، حکمرانی، صوبہ کی گورنری، اسی سے ہے: هَلَكَ اَهْلُ الْعُقْدَةَ۔ (۸) زبان کی گرہ، بندش، لکنت جو خلقاً پیدا ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: "وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي"۔ (۹) مملوکہ زمین و جائیداد یا مال و اسباب۔ (۱۰) بہت درختوں اور سبزے والی زمین اسی سے ہے: عَشِّ اِبْلَكَ بِتِلْكَ الْعُقْدَةِ "تم اپنے اونٹوں کو بوقتِ شام فلاں زمین میں چراؤ"۔[26]

المصباح المنیر میں ہے: کہا جاتا ہے: "عَقَدْتُ الْبَيْعَ" یعنی میں نے خرید و فروخت کا معاملہ کیا، اسی طرح "عَقَدْتُ الْيَمِيْنَ" میں نے قسم کھائی، اسی طرح "عَاقَدْتُهُ عَلٰى كَذَا وَعَقَدْتُهُ عَلَيْهِ بِمَعْنَى عَاهَدْتُهُ" میں نے ان سے معاہدہ کیا، اسی طرح "وَمَعْقِدُ الشَّيْءِ مِثْلُ مَجْلِسِ مَوْضِعُ عُقْدَةٍ"۔ مجلس اور موضع عقد کو کہتے ہیں، اس کی جمع عقود ہے۔[27]

علامہ ابو بکر جصاص 'عقود' کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Vol.5 No. 2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"عقد اس اقدام کو کہتے ہیں جس کے تحت عقد کرنے والا کسی ایسے کام کی گرہ ڈال دیتا ہے جسے وہ خود سرانجام دینا چاہتا ہے یا کسی اور کے ذمے اس طرح لگا دیتا ہے کہ اس پر اس کام کو انجام دینا لازم ہو جاتا ہے، کیونکہ لغت میں عقد کے معنی باندھنے کے ہیں۔ پھر اس معنی کو قسم اور بیع و شرا کے عقود وغیرہ کی طرف منتقل کر دیا گیا اس لیے اس لفظ سے اس بات کو پورا کرنے کا لزوم اور اس کا ایجاب مراد ہوتا ہے جس کا عاقد نے ذکر کیا ہے یہ مفہوم عقد کی ان صورتوں کو شامل ہوتا ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا آنے والا وقت یعنی مستقبل میں انتظار کیا جاتا ہے اور انہیں نگاہ میں رکھا جاتا ہے۔

اس لیے بیع، نکاح، اجارہ اور معاضوں پر مبنی تمام عقود کو عقود کا نام دیا جاتا ہے، اس لیے کہ اس قسم کا عقد کرنے والے طرفین میں سے ہر ایک اسے پورا کرنے اور سرانجام دینے کا ذمہ اٹھاتا ہے، مستقبل کی قسم کو اس لیے عقد کہا جاتا ہے کہ قسم کھانے والا جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھاتا ہے اسے پورا کرنے کی ذمہ داری بھی لیتا ہے۔

شراکت اور مضاربت کو عقد کا نام دیا جاتا ہے، اس میں بھی اس شرط کو پورا کرنے کا اقتضا ہوتا ہے جو آپس میں منافع تقسیم کرنے اور اپنے شریک کے لیے کام کرنے کے سلسلے میں فریقین میں سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے کے لیے مقرر کی جاتی ہے اور ہر ایک اسے پورا کرنے کی ذمہ داری اٹھاتا ہے، عہد اور امان کی بھی یہی صورت ہے اس لیے کہ عہد کرنے والا اور امان دینے والا اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے، اسی طرح ہر وہ شرط جسے کوئی انسان مستقبل میں کوئی کام کرنے کے سلسلے میں اپنے اوپر کر لیتا ہے، عقد کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔

عقد کسی کام کی اس صورت کا نام ہے جس کے ساتھ مستقبل میں کوئی حکم لازم ہوتا ہو، مستقبل کی قسم کو اس لیے عقد کا نام دیا جاتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے اوپر قسم پر عمل پیرا ہونے کی بات لازم کر لیتا ہے یہ مفہوم ماضی کی صورت میں معدوم ہوتا ہے"۔[28]

عقد یا معاہدہ اسی غرض و غایت سے کیا جاتا ہے کہ طرفین معاملے کی پاسداری کرتے ہوئے اسے منطقی انجام تک پہنچائیں، ایک دوسرے کے مفادات کا خیال رکھا جائے اور کسی بھی طرح کے غرر سے دور رہا جائے، عقود کی پاسداری دراصل معاہدات کی ہی پاسداری ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **«المُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ»**[29] "مسلمانوں کو اپنی شرائط کی پابندی کرنی چاہیے"۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے "الفقہ الاسلامی وادلتہ" میں عقود کی اکیس اقسام کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ بیع اور اس کی مختلف انواع (یعنی بیع سلم، استصناع، بیع صرف، بیع جزاف (تخمینہ سے بیع) سود، مرابحہ، تولیہ، وضیعہ اور اقالہ

۲۔ قرض ۳۔ اجارہ ۴۔ جعالہ (گمشدہ آدمی کو پہنچانے کی اجرت) ۵۔ شرکت ۶۔ ہبہ

۷۔ ودیعت ۸۔ عاریت ۹۔ وکالت ۱۰۔ کفالت ۱۱۔ حوالہ ۱۲۔ رہن

۱۳۔ صلح ۱۴۔ ابرأ ۱۵۔ استحقاق ۱۶۔ مقاصہ ۱۷۔ اکراہ ۱۸۔ حجر (پابندی) کے متعلق ہیں۔ بقیہ عقود (معاملات) کے متعلق گفتگو ملکیت اور احوال شخصی کی مباحث میں ہوگی، گویا شریعت اسلامیہ میں اکیس (۲۱) عقود مشروع ہیں۔[30]

عقود بیع اور تعین وقت کے سلسلے میں فقہا ہے اتفاق ہے کہ اگر بیع میں کوئی مدت متعین ہوئی ہے تو اسے معلوم الأجل بھی ہونا چاہیے۔ اور فریقین کو وقت کا لحاظ رکھنا چاہیے، اگر مقررہ وقت گزرنے کے بعد کوئی فریق معاملہ کرتا ہے تو وہ نہ صرف تعین وقت کی شرائط سے نکل جاتا ہے بلکہ معاہدات کی خلاف ورزی کا بھی مرتکب ٹھہرتا ہے۔

معاہدہ کے فریقین کی رضامندی ایک ایسی چیز ہے جو قابل احساس نہیں، اس لیے قانون نے عقود و معاہدات کے لیے مکاتبت اور ایجاب و قبول کو لازم کر دیا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ارادہ محسوس نہیں ہو سکتا، اس لیے قانون اس کے اظہار کو کسی ایسے صریح فعل سے اخذ کرتا ہے جو انسانی زندگی میں عام طور سے اس مقصد کے اظہار کے لیے کام میں لایا جاتا ہے، جمہور فقہا کی مسلّمہ رائے یہی ہے کہ دلیل جو مستند ہو اور معین اور صریح ہو، استنباطِ قیاس کے لیے بہتر بنیاد ہو سکتی ہے۔

فقہائ نے عقود مالی اور غیر مالی، عقود لازمہ اور غیر لازمہ کی تقسیم کی ہے، موسوعہ الفقھیہ کے مطابق اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اول: عقود مالی اور عقود غیر مالی:

عقد اگر کسی عین پر ہو تو اس کو عقد مالی کہتے ہیں اس پر فقہائ کا اتفاق ہے، خواہ اس کی ملکیت عوض کے ذریعہ منتقل ہو، جیسے بیع صرف، سلم اور مقایضہ وغیرہ یا بلا عوض منتقل ہو جیسے ہبہ، قرض اور اعیان کی وصیت وغیرہ یا اس میں عمل کے ذریعہ منتقل ہو، جیسے مزارعت، مساقات اور مضاربت وغیرہ۔

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اور اگر عقد کسی خاص عمل پر ہو جو کسی عین کے مقابلہ میں نہ ہو جیسے وکالہ، کفالہ اور وصایہ وغیرہ یا عقد کسی خاص عمل سے رکنے پر ہو، جیسے مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان مصالحت کرنا تو یہ طرفین کی جانب سے عقد غیر مالی ہے۔ کچھ عقود ایسے بھی ہیں جو ایک طرف سے مالی اور دوسری جانب سے غیر مالی ہیں، جیسے نکاح، خلع، قصاص سے صلح کرنا اور عقد جزیہ وغیرہ۔

جو عقود منافع پر ہوتے ہیں جیسے اجارہ، اعارہ وغیرہ تو ان کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے، جمہور فقہا ان کو عقود مالیہ کہتے ہیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک منافع اموال ہیں، یا اموال کے حکم میں ہیں، اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک منافع اموال نہیں ہیں۔

زرکشی نے کہا ہے کہ عقد یا تو دونوں جانب سے حقیقتاً مالی ہو گا، جیسے بیع اور سلم، یا حکماً مالی ہو گا جیسے اجارہ، کیونکہ منافع اموال کے درجہ میں ہوتے ہیں، اسی کے مثل مضاربۃ اور مساقاۃ بھی ہیں۔ یا دونوں جانب سے غیر مالی ہو گا جیسے کہ عقد مصالحت، اس لیے کہ اس میں طرفین سے مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان جنگ سے پرہیز کرنا ہے، اسی طرح عقد قضا ہے۔ یا ایک طرف سے مالی ہو گا، جیسے نکاح، خلع، قصاص سے صلح کرنا اور جزیہ وغیرہ، جو عقد دونوں طرف سے غیر مالی ہو وہ اس عقد سے زیادہ پختہ اور لازم ہوا کرتا ہے جو دونوں طرف سے مالی ہو۔ مالی کی دو قسمیں ہیں: خالص اور غیر خالص۔ فقہا کہتے ہیں کہ معاوضہ محضہ، غیر محضہ، محضہ وہ ہے جس میں دونوں جانب سے مال مقصود ہوتا ہے جیسے بیع اور معاوضہ غیر محضہ میں تعلیق صحیح نہیں ہے، کبھی عقد عین پر ہوتا ہے، جیسے بیع کی تمام اقسام، اور کبھی اصح قول کے مطابق منافع پر ہوتا ہے جیسے اجارہ، اسی وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ اجارہ میں عوض لے کر منافع کا مالک بنانا ہے، ابو اسحاق نے کہا ہے کہ اجارہ میں عین پر عقد ہوتا ہے تاکہ اس سے منافع حاصل کیے جائیں"۔[31]

دوم: عقود لازمہ اور غیر لازمہ:

عقد لازم وہ ہے کہ جس میں کسی فریق کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر فسخ کا حق نہیں ہوتا ہے، اس کے مقابلہ میں عقد جائز، یا عقد غیر لازم وہ ہے جس میں کسی ایک فریق کو فسخ کا حق ہوتا ہے۔ عقد کے لازم اور غیر لازم ہونے کے اعتبار سے فقہا نے اس کی چند تقسیم کی ہیں:

سیوطی نے لکھا ہے دو آدمیوں کے درمیان ہونے والے عقود کی چند قسمیں ہیں:

اول: وہ جو دونوں جانب سے یقینی طور پر لازم ہو، جیسے بیع، صرف، سلم، تولیہ، تشریک، صلح المعاوضہ، حوالہ، اجارہ، مساقات، قبضہ کے بعد اجنبی کو ہبہ کرنا، مہر اور خلع کا بدل۔

دوم: جو دونوں جانب سے قطعاً غیر لازم ہو جیسے شرکت، وکالت، مضاربت، وصیت، عاریت، ودیعت، قرض، جعالہ، قضا، وصایا اور امامت کے علاوہ تمام ولایات۔

سوم: جس میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ وہ لازم ہے جیسے مسابقہ، مناضلہ، اس بنیاد پر کہ یہ دونوں اجارہ کی طرح ہیں، اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ وہ جعالہ کی طرح ہیں، اور نکاح عورت کی طرف سے قطعاً لازم ہے اور شوہر کی طرف سے اصح قول کے مطابق لازم ہے جیسے بیع، ایک قول یہ ہے کہ اس کی طرف سے غیر لازم ہے، اس لیے کہ وہ طلاق دینے پر قادر ہے۔

چہارم: جو ابتدا میں غیر لازم اور انتہا میں لازم ہو جاتا ہے، جیسے قبضہ سے پہلے ہبہ اور رہن اور موت سے قبل وصیت۔

پنجم: ایک جانب سے لازم ہو اور دوسری طرف سے غیر لازم ہو جیسے قبضہ کے بعد رہن، ضمان، کفالہ، عقد امان اور امامت عظمی۔

زرکشی نے لکھا ہے کہ حقیقت میں تقسیم سہ طرفہ ہے، دونوں جانب سے لازم ہو، دونوں جانب سے غیر لازم ہو، یا ایک جانب سے لازم ہو، انہوں نے کہا ہے کہ لازم کا ایک حکم یہ ہے کہ معقود علیہ معلوم ہو اور فی الحال سپرد کرنے پر قدرت حاصل ہو، اور غیر لازم ایسا نہیں ہوتا ہے جیسے عقد جعالہ بھاگے ہوئے غلام کے واپس لانے پر کیا جاتا ہے۔ دونوں جانب سے لازم ہونے والے عقد کا ایک حکم یہ ہے کہ اس میں ہمیشہ کے لیے اختیار ثابت نہیں ہوتا ہے، عاقدین یا ان میں سے کسی ایک کی موت، جنون یا بے ہوشی سے فسخ نہیں ہوتا ہے، اور غیر لازم اس کے خلاف ہے، جیسا کہ زرکشی نے کہا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، اس لیے کہ عقد اجارہ ان کے نزدیک دونوں جانب سے لازم عقد ہے، لیکن وفات کی وجہ سے فسخ ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ عقد منافع پر ہوتا ہے، جو دھیرے دھیرے وجود میں آتا ہے، تو جو منافع قاعدین کی وفات کے بعد وجود میں آئیں گے وہ عقد کے وقت موجود نہ ہوں گے، لہٰذا حنفیہ کے نزدیک وفات کی وجہ سے عقد اجارہ فسخ ہو جائے گا"۔[32]

عقود چیزوں کے مربوط اور مضبوط ہونے نیز فریقین کو ایک معاہدے میں باندھنے کا نام ہے۔ جس کا طریقہ کار شریعت میں ایجاب و قبول اور مکاتبت سے واضح کر دیا گیا ہے، عقود میں مشروع طریقہ کی بھی اس لیے قید لگائی جاتی ہے کہ کسی ایسی چیز یا بات پر دو آدمیوں کا معاہدہ کر لینا جو شرعاً حرام اور مفادِ عامہ کے خلاف ہوں، قطعاً جائز نہیں، جیسے سود، قمار، رشوت وغیرہ۔ گویا پیش کش میں پہل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کرنے والے کے کلام کو ایجاب سے تعبیر کیا گیا جبکہ اس معاہدے کی موافقت ورضامندی کرنے والے کو قبول سے تعبیر کیا گیا، جس کا بنیادی مقصد معاملات اور تعلقات کی شفافیت کو یقینی بناتے ہوئے ہر چیز کو واضح انداز میں پیش کرنا ہے تاکہ ہر شخص غرر سے محفوظ رہ سکے۔

حوالہ جات:

---

[1] النساء،۴: ۱۰۳

[2] المرسلات،۷۷: ۱۱

[3] النبأ،۷۹: ۱۷

[4] الدخان،۴۴: ۴۰

[5] الواقعۃ،۵۶: ۵۰

[6] اصفہانی، امام راغب، "مفردات القرآن (اردو)"، مترجم: مولانا محمد عبدہٗ فیروز پوری، شیخ شمس الحق۔ لاہور، ج:۲، ص:۵۶۸

[7] ابو منصور، محمد بن احمد بن الازہری، ''تهذيب اللغۃ''، ابواب الجیم والنون، دار احیا التراث العربی۔بیروت، ج:۱۱، ص:۸۸

[8] قاسمی کیرانوی، مولانا وحید الزمان، "القاموس الجدید"، ادارہ اسلامیات۔ لاہور، ص:۱۰۹۳

[9] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم بن علی، ابو الفضل''لسان العرب''، دار صادر۔ بیروت، ج:۷، ص:۳۰۲

[10] بلیاوی، مولانا عبد الحفیظ، "مصباح اللغات"، مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور، ص:۹۱۷

[11] "موسوعہ فقہیہ (اردو ترجمہ)"، مجمع الفقہ الاسلامی۔ الهند، ج:۴۴، ص:۱۲۰

[12] صاحب بن عباد، اسماعیل بن عباد بن العباد، ابو القاسم''المحيط فی اللغۃ''، دار الصادر۔بیروت، ج:۱، ص:۳۰۶

[13] الشیبانی، ابو عبدالله، احمد بن محمد بن حنبل ''الزهد لأحمد بن حنبل''، دار الكتب العلمیۃ، بیروت۔لبنان، ج:۱، ص:۲۲۵، الرقم:۱۵۸۶

[14] ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین، محمد بن ابی بکر ''الجواب الكافی لمن سأل عن الدوا الشافی او الدأ والدوأ''، دار المعرفۃ۔ المغرب، ج:۱، ص:۱۵۶

[15] الحازمی، ابو عبدالله، احمد بن عمر بن مساعد''شرح الاصول الثلاثۃ للحازمی''، دار النظائر۔بیروت، ج:۴، ص:۳

[16] نشوان بن سعيد الحميری اليمنی، ''شمس العلوم ودوأ كلام العرب من الكلام''، دار الفكر المعاصر، بیروت۔لبنان، ج:۵، ص:۳۲۸۱

[17] "موسوعہ فقہیہ (اردو ترجمہ)"، مجمع الفقہ الاسلامی۔ الهند، ج:۴۴، ص:۱۲۰

[18] ابو الفدا، اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی، ''روح البيان''، دار الفكر۔بیروت، ج:۳، ص:۴۸۱

[19] أحمد بن عبدالرزاق الدويش، ''فتاوى اللجنۃ الدائمۃ''، اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلميۃ والإفتا، الادارة العامۃ للطبع۔الرياض، ج:۳، ص:۱۷۰

[20] ابن عابدين، محمد امين بن عمر بن عبدالعزيز الحنفی، ''رد المحتار على الدر المختار''، دار الفكر۔بیروت، ج:۴، ص:۵۰۱

[21] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، "محاضراتِ معیشت و تجارت"، الفیصل تاجران کتب۔ لاہور، ص:۲۰۲

[22] محمد ایوب، "اسلامی مالیات"، رفاہ سنٹر آف اسلامک بزنس۔ اسلام آباد، ص:۱۵۲

[23] المائدۃ،۵: ۱

[24] البقرۃ،۲: ۲۳۵

[25] النسآئ،۴: ۳۳

[26] قاسمی کیرانوی، مولانا وحید الزماں، "القاموس الوحید"، مادہ: عقد، ادارہ اسلامیات۔ لاہور، ص:۱۱۰۴

[27] ابو العباس، احمد بن محمد بن علی، ''المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير''، المكتبۃ العلميۃ، بیروت۔لبنان، مادہ: ع ق د، ج:۲، ص:۴۲۱

[28] الجصاص الحنفی، علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی، "احکام القرآن"، مترجم: مولانا عبد القیوم، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد، ج:۴، ص:۱۲۶، ۱۲۷

[29] البخاری، ابو عبدالله محمد بن اسماعيل، ''الجامع الصحيح''، كتاب الاجارة، **بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ** الرقم، ۲۲۷۳

[30] وھبۃ الزحیلی، الدکتور "الفقہ الاسلامی وادلتہ"، مترجم: مولانا محمد یوسف تنولی، دار الاشاعت۔ کراچی، ج:۳ (۵)، ص:۴۵

[31] "موسوعہ فقہیہ (اردو ترجمہ)"، مجمع الفقہ الاسلامی۔ الهند، ۳۰، ص:۲۷۰

[32] "موسوعہ فقہیہ (اردو ترجمہ)"، مجمع الفقہ الاسلامی۔ الهند، ۳۰، ص:۲۷۱